رؤیتِ ہلال علمِ ہیئت کے نقطۂ نظر سے

ایک ماہرِ فن کی تصریحات

[رویتِ ہلال کا معاملہ تمام اسلامی ملکوں میں ایک مسئلہ بن گیا ہے ۔ اس کے متعلق ہم نے ایک سوالنامہ مرتب کر کے علمِ ہیئت کے بعض ماہرین کو بھیجا تھا تاکہ وہ اس فن کے نقطۂ نظر سے اس پر روشنی ڈالیں ۔ اس سلسلے میں ایک ماہرِ فن نے جو جواب دیا ہے اسے ہم ذیل میں شائع کر رہے ہیں ۔ اس سے پہلے مارچ ۱۹۶۶ء کے ترجمان القرآن میں بھی ایک مضمون اسی موضوع پر شائع کیا جا چکا ہے ۔]

سوال ۱ ۔ اسلامی فقہ میں یہ امر مختلف فیہ ہے کہ رویتِ ہلال کے معاملہ میں اختلافِ مطالع کا لحاظ کیا جائے گا یا نہیں ۔ بعض فقہا کہتے ہیں کہ ایک جگہ کی رویت ساری دنیا کے لیے معتبر ہے بشرطیکہ اس کا ثبوت بہم پہنچ جائے ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اختلافِ مطالع چونکہ ایک حقیقت ہے، اس لیے جن علاقوں کے مطلع میں اختلاف ہے ان میں سے ایک کی رؤیت دوسرے کے لیے معتبر نہیں ہے ۔ علمِ ہیئت کے نقطۂ نظر سے ان میں سے کس کا مسلک زیادہ قوی ہے ؟

جواب ۔ دوسرا مسلک قوی ہے ۔ ہر ماہ یہی صورت ہوتی ہے کہ دنیا کے ایک حصے میں کسی دن رویتِ ہلال ہوتی ہے مگر دنیا کے دوسرے حصے میں رویت ممکن نہیں ہوتی ۔

سوال ۲ ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تمام دنیا میں ہلال کی رویت ایک ہی دن ہو اور ہمیشہ ہوتی رہے ؟

جواب ۔ یہ ممکن نہیں ہے ۔

سوال ۳ ۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو کیا روئے زمین کو متعین طور پر ایسے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

جن کے مطالع ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ اگر اس طرح کی تقسیم کی جا سکتی ہے تو براہِ کرم وضاحت کے ساتھ زمین کے اُن خطوں کو بیان کر دیں جن کے مطالع متحد اور جن کے مطالع مختلف ہیں۔ اور یہ بھی بتائیں کہ جن علاقوں کا مطلع ایک ہے کیا ان میں بھی یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ آئے اور دوسری جگہ نظر آ جائے؟

جواب ۔ دنیا کو مستقل طور پر ایسے حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا جو رویت کے معاملے میں ایک دوسرے سے مشترک یا مختلف ہوں۔ ہر ماہ فلکیاتی حالات کی نوعیت اور ہو گی۔ اس لیے اگر ایک دفعہ زمین کے ایسے دو حصے معلوم کر بھی لیے جائیں جہاں ہلال نظر آئے اور جہاں نظر نہ آئے تو یہ تقسیم آئندہ کے لیے کارآمد نہ ہو گی، سوائے اس کے کہ پھر کبھی فلکیاتی حالات پہلے جیسے ہوں۔

اس سلسلے میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ مطلع۔ مختلف مطالع اور متحد مطالع کی اصطلاحات سے ہم واقف نہیں ہیں۔ اگر مطلع سے مراد افق (HORIZON) ہے تو پھر ہر مقام کا اپنا الگ مطلع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مقامات پر اجرام فلکی کے طلوع اور غروب کے الگ الگ اوقات ہوتے ہیں۔ اور اگر متحد مطالع کا یہ مطلب ہے کہ جن مقامات پر طلوع یا غروب آفتاب ایک ہی ساعت پر ہو ان کا مطلع متحد ہے، تب بھی زمین پر ایسے مقامات کا مستقل تعین ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر ایسے مقامات تو معلوم کیے جا سکتے ہیں جہاں کسی مقررہ دن پر سورج ایک ہی وقت پر طلوع ہو رہا ہو یا غروب ہو، مگر سال کے دوسرے دنوں میں ان مقامات پر طلوع و غروب آفتاب میں فرق پیدا ہو جائے گا۔ ۲۱ مارچ اور ۲۳ ستمبر کو زمین کے ایک ہی خط طول بلد (خواہ وہ کوئی سا ہو) پر واقع تمام مقامات پر سورج ایک ہی وقت طلوع ہوتا ہے اور ایک ہی وقت غروب ہوتا ہے۔ مگر سال کے باقی دنوں میں یہ صورت قائم نہیں رہتی۔

اگر مطلع ایک ہونے کا وہی مطلب ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے تو یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ آئے اور دوسری جگہ نظر آ جائے۔ جن مقامات کا مطلع ایک ہی ہو (یعنی وہاں سورج ایک ہی ساعت پر غروب ہوتا ہو) وہاں مقام کے عرض البلد کے

کے مطابق کہیں تو چاند افق سے اوپر کم بلندی پر موجود ہوگا (بوقت غروب آفتاب)، اور کہیں زیادہ بلندی پر۔ جہاں زیادہ بلندی ہوگی وہاں چاند کے نظر آنے کا زیادہ امکان ہے۔

سوال ۴۔ اس اعتبار سے برّصغیر ہند و پاکستان ایک وحدت ہے یا نہیں؟ اگر اس میں بھی مطالع مختلف ہیں تو ان علاقوں کو بیان کر دیں جن میں رویت مختلف ہو سکتی ہے۔ برصغیر کے ساتھ مشرق و مغرب میں کتنا علاقہ ایسا ہے جس کی رویت برّصغیر کی روایت کے مطابق ہو سکتی ہے؟

جواب۔ ہر ماہ زمین کے کرہ پر کسی جگہ ایک حدِ فاصل موجود ہوتی ہے۔ اس کے مشرق میں رویت نہیں ہو سکتی اور مغرب میں رویت ہو گی۔ یہ حد اتنی واضح نہیں کہ ایک خط کی شکل میں ہو۔ یہ سینکڑوں میل بلکہ چند ہزار میل شرقاً غرباً وسیع ہوتی ہے۔ شمالاً جنوباً پورے نصف کرہ زمین پر حاوی ہوتی ہے۔ یوں سمجھیے کہ یہ حد ایک پٹی کی شکل کی ہے جس کے مشرق میں چاند دکھائی نہیں دے سکتا اور مغرب میں دکھائی دے سکتا ہے بشرطیکہ آسمان پر بادل نہ ہوں۔ مگر اس پٹی پر واقع مقامات میں رویت ہلال کا معاملہ نزاعی ہوگا، یعنی کسی جگہ بہت مشکل سے باریک سا ہلال دیکھا جائے گا اور کہیں وہ بالکل نظر نہیں آئے گا۔ ہر ماہ اس پٹی کا زمین کی سطح پر مختلف محلِ وقوع ہوتا ہے

اوپر کی وضاحت کے بعد یہ صورت سامنے آتی ہے کہ ہر ماہ روئے زمین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مغرب والا نصف سے کچھ کم حصہ ایسا ہے جہاں رویت بلاشک و شبہ ہو گی۔ مشرق والا تقریباً اتنا ہی بڑا حصہ ایسا ہے جہاں رویت بالکل ناممکن ہو گی۔ اور درمیان والا لمبوترا علاقہ ایسا ہو گا جو نزاعی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں رویت مقامی موسم کے معمولی سے فرق کے باعث ممکن یا ناممکن ہو جاتی ہے، اور جہاں رویت ہوتی ہے وہاں بھی ہلال نہایت ہی باریک، افق کے بالکل قریب اور خاصی مشکل سے دکھائی دیتا ہے۔ اور بہت تھوڑی دیر تک آسمان پر موجود رہتا ہے۔

اس سلسلے میں مزید عرض ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ مشرقی اور مغربی پاکستان رویت کے معاملے میں ہمیشہ ایک وحدت ہو۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ مذکورہ بالا نزاعی منطقہ برصغیر سے

گزر رہا ہو۔ ایسی حالت میں چاند مغربی پاکستان میں دکھائی دے سکتا ہے اور مشرقی پاکستان میں نہیں۔

سوال ۵۔ کیا یہ ممکن ہے کہ برصغیر کے مشرق میں مثلاً انڈونیشیا میں رویت ہو اور یہاں نہ ہو؟

جواب۔ یہ ممکن نہیں۔ کیونکہ پاکستان انڈونیشیا سے مغرب کی طرف خاصا دُور واقع ہے۔ اگر انڈونیشیا میں چاند نظر آجائے تو پاکستان میں اس کی رویت اور بھی زیادہ آسان ہے۔ جوں جوں مغرب کی طرف واقع ممالک کو چلتے جائیں وہاں رویت کے امکانات اور زیادہ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔

سوال ۶۔ برصغیر کے مغرب میں کہاں سے ایسا علاقہ شروع ہوتا ہے جہاں یہ ممکن ہے کہ رویت ہو اور برصغیر میں نہ ہو؟

جواب: اس کا دارومدار مذکورۂ بالا نزاعی منطقہ کے محلِ وقوع پر ہے۔ اگر یہ منطقہ مثلاً عرب میں سے گزر رہا ہو تو اس سے آگے یعنی مصر، افریقہ، انگلستان، امریکہ میں رویت ہوگی مگر ایران پاکستان، بھارت میں نہیں۔ بعض حالات میں یہاں تک بھی ممکن ہے کہ ایران اور اس سے آگے مغرب کی طرف رویت ہو مگر یہاں نہ ہو۔

سوال ۷۔ اصطلاحی نئے چاند (NEW MOON) کی پیدائش اور ہلال کے قابلِ رویت ہونے کے درمیان وقت کا کم از کم کتنا عرصہ درکار ہوتا ہے[1]؟

جواب۔ یہ وقفہ مستقل (CONSTANT) مقدار کی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ واقعی رویت کا دارومدار آسمان کی کیفیت پر ہے۔ عرفِ عام میں جسے "صاف آسمان" کہتے ہیں اس کے بھی دراصل کئی مدارج ہیں۔ لاہور جیسے بڑے شہر کا "صاف آسمان" اتنا صاف نہیں ہوتا جتنا

---

[1] واضح رہے کہ فلکیات کی اصطلاح میں نئے چاند سے مراد چاند کی وہ حالت ہے جب غروبِ آفتاب کے وقت چاند اسی درجے پر ہو جس پر آفتاب ہوتا ہے اُس وقت چاند کا پورا تاریک حصہ زمین کی جانب ہوتا ہے اور اس نئے چاند کی رویت کسی طرح ممکن نہیں ہوتی۔ سوال کا مدعا یہ ہے کہ چاند کے اس حالت پر پہنچنے کے بعد اُس کے ہلال بن کر نمودار ہونے میں کم از کم کتنا وقت لگے گا۔

کسی دُور افتادہ گاؤں کا ہو سکتا ہے۔ اگر کسی مقام پر فضا میں گرد و غبار معمول سے بہت کم ہو تو آسمان نسبتاً زیادہ صاف ہوگا۔ ایسے موقع پر عینی رویت کے لیے موسمی حالات بہت سازگار ہوتے ہیں۔ مطلوبہ وقفے کی لمبائی پر ماہرین میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ فلکیات کے بیشتر ماہرین کی رائے یہ ہے کہ صاف ترین مطلع پر اصطلاحی نئے چاند کی پیدائش کے کم از کم ۲۴ گھنٹے بعد عینی رویت ممکن ہوتی ہے۔ بعض ماہرین نے رویت کیلئے اوسط موسمی حالات کے تحت ۳۶ گھنٹے کے وقفے کو قابلِ قبول قرار دیا ہے۔

محکمہ موسمیات کے ایک سابق ڈائریکٹر نے ۱۹۶۲ء میں دعویٰ کیا تھا کہ غیر معمولی حالات میں ۲۴ گھنٹے سے کم مدت میں بھی رویت ممکن ہے چنانچہ انہوں نے اُس سال کی عید الفطر کے لیے اُس روز رویتِ ہلال کی پیشگوئی کر دی تھی جبکہ اصطلاحی نئے چاند کے بعد ابھی ۱۷ گھنٹے ہی کا وقفہ گزرا تھا۔ صرف یہی نہیں انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ ان کے عملے کے ایک شخص نے کراچی میں یہ ہلال دیکھا بھی تھا۔ مگر فلکیات کے ماہرین نے اس دعوے کو درست تسلیم نہیں کیا۔ حقیقت میں اس قسم کا کوئی مستند مشاہدہ موجود نہیں کہ اصطلاحی چاند کی پیدائش کے ۲۴ گھنٹے بعد یا اس سے کم مدت میں چاند کی رویت ہو گئی ہو۔

سوال ۸۔ اصطلاحی نئے چاند کی پیدائش کی تاریخ اور وقت کا تعین جس طرح ٹھیک ٹھیک حساب لگا کر پیشگی کیا جا سکتا ہے، کیا اسی طرح رویتِ ہلال کی تاریخ کا تعین بھی قطعی صحت کے ساتھ پہلے سے کیا جا سکتا ہے؟ یا اس معاملہ میں صرف امکانی رویت ہی کی پیشگوئی کی جا سکتی ہے۔

جواب۔ کسی مقام پر رویتِ ہلال کی تاریخ کا تعین اس صورت میں تو قطعی صحت کے ساتھ کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ مقام سوال نمبر ۴ کے جواب میں بیان کردہ نزاعی منطقے میں موجود نہ ہو۔ ورنہ صرف امکانی رویت کی پیشگوئی کی جا سکتی ہے جو کبھی کبھار غلط بھی ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ملک میں کسی جگہ غلط ہو کسی جگہ صحیح۔

سوال ۹۔ اگر رویت کی قطعی پیشگوئی نہیں کی جا سکتی تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب - اس کی وجہ اس خاص منطقے کے باعث ہے جس کا ذکر کئی بار اوپر کیا گیا ہے۔ اس علاقے میں رویتِ ہلال آسمان کی کیفیت کے رحم وکرم پر ہوتی ہے۔

سوال ۱۰ - کیا یہ صحیح ہوگا کہ رویت کے بجائے اصطلاحی نئے چاند کی پیدائش کو رمضان اور عیدین کی تاریخیں مقرر کرنے کے لیے بنیاد بنا لیا جائے؟

جواب - یہ فیصلہ کرنا علماء کرام کا کام ہے۔ اگر قرآن وحدیث کے احکام میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ رویتِ ہلال کی پروا نہ کی جائے تو اصطلاحی نئے چاند کی پیدائش سے رمضان اور عیدین پر ہی کیا موقوف، ہر قمری مہینے کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ واضح ہو کہ اصطلاحی نیا چاند پیدائش کے بعد نظر نہیں آسکتا جب تک اس پر کم از کم ۲۴ گھنٹے گزر نہ چکے ہوں۔

سوال ۱۱ - کیا یہ صحیح ہوگا کہ اصطلاحی نئے چاند کی پیدائش کے وقت سے حساب لگا کر پیشگی یہ طے کر لیا جائے کہ ہلال فلاں تاریخ کو طلوع ہوگا، بلا اس لحاظ کے کہ اس تاریخ کو عملاً رویت ہو یا نہ ہو؟ بالفاظ دیگر کیا اس کا امکان ہے کہ ہلال کے طلوع کی جس روز پیشگوئی کی گئی ہے اس روز واقعی رویتِ ہلال نہ ہو سکے؟

جواب - یہ مسئلہ بھی بڑا غور طلب ہے۔ جیسا کہ سوال نمبر ۸ اور ۹ کے جوابوں میں عرض کیا گیا ہے، رویت کی پیشگوئی کبھی کبھار غلط بھی ہو سکتی ہے۔ ایک غلطی تو یہ ہو سکتی ہے کہ پہلے سے کیے ہوئے حساب کے مطابق رویت ہونی چاہیے مگر ہلال نظر نہ آسکے۔ مجوزہ قاعدے کے مطابق ہم پابند ہوں گے کہ قمری مہینے کی یکم تاریخ شمار کر لی جائے۔ مگر دوسری قسم کی غلطی بڑی مضحکہ خیز صورتِ حالات پیدا کر دے گی۔ مثلاً حساب کے ذریعے پیشگوئی کی گئی ہو کہ رویت نہیں ہوگی، مگر ملک کے چند مقامات پر شام کے وقت اچانک آسمان غیر معمولی طور پر صاف ہو جائے اور وہاں کے عوام چاند دیکھ لیں۔ اس صورت میں مجوزہ قاعدے کی رُو سے ہم یکم تاریخ شروع نہیں کر سکتے۔ کیونکہ پیشگوئی رویتِ ہلال کے خلاف تھی۔ اس صورت میں لوگوں کو آنکھوں سے چاند دیکھ لینے کے باوجود روزہ رکھنا یا چھوڑنا ہوگا کیونکہ حساب کی رو سے اس روز چاند

نہیں ہوا۔ اب ہلال چاہے دیکھ لیا گیا مگر ہمارا "کیلنڈر" تو پچھلے مہینے کی ۳۰ تاریخ بتا رہا ہوگا۔

سوال ۱۲۱۔ علمِ ہیئت کے حسابوں میں غلطی کے امکانات کس حد تک ہیں؟

جواب۔ وہ حسابات جن کا تعلق خالص علمِ ہیئت سے ہے حیرت انگیز حد تک درست ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورج گرہن اور چاند گرہن وغیرہ کے بارے میں وقت کا حساب منٹوں بلکہ سیکنڈوں تک صحیح لگا لیا جاتا ہے مگر رویتِ ہلال کے مسئلے میں صرف علمِ ہیئت کو ہی دخل نہیں، اس میں موسمی حالات کا عنصر بھی شامل ہے جو اس حساب میں بے یقینی کا ذمہ دار ہے۔ فلکیات کا حساب رویتِ ہلال کے معاملے میں مقامی موسمی کیفیت کی غیر یقینی سے بُری طرح متاثر ہوتا ہے۔

بقیہ اشارات

اُن کی رُوح میں زندگی کے آثار پیدا کیے اور اس طرح ان میں اپنی شخصیت، اس کائنات میں اپنے مرتبہ و مقام اور اپنے مستقل حقوق کا احساس بیدار ہوا اور خدا کی معرفت کے ساتھ ساتھ انہیں اپنے آپ کی بھی پہچان ہونے لگی۔

اگر مسیحیت کوئی طاقتور قوت ہوتی تو وہ بلاشبہ ایک ایسا معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتی جس میں فرد کو اپنی روح کے نشوونما کے پُورے مواقع فراہم ہوتے۔ لیکن اسے دنیا کی بدنصیبی سمجھیے کہ وہ رومیوں کے نظامِ اجتماعی کے مقابلے میں، جو خالص مادّہ پرستانہ بنیادوں پر استوار تھا، ہمیشہ ایک کمزور قوت رہی۔ البتہ جن خدا پرست ہستیوں کو دنیاوی جکڑ بندیاں گراں گزرتی تھیں انہوں نے اجتماعی نظام کو خیر باد کہہ کر جنگلوں کا رُخ کیا اور وہاں اپنی روح کے نشوونما کے لیے گیان دھیان میں مصروف ہو گئے۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد ان صحرا نشینوں نے خوفناک قسم کی رہبانیت کو اپنا مسلکِ حیات بنا لیا۔ لیکن آغاز میں جو لوگ اپنی روح کے حفظ و بقا کے